مرثیہ

درحالات رخصت وشہادت

سیدالشہدا ءحضرت امام حسینؑ علیہ السلام

سنہ تصنیف ۱۳۴۳ھ

(بند:۱۴۸/۸)

دعبل ہند مولانا سید فرزند حسین ذاخر اجتہادی

(۱)

وفا ستارۂ صبحِ شبِ جدائی ہے
وفا ضیائے دُرِ گوشِ دلربائی ہے
وفا فروغ دہِ حسنِ خود نمائی ہے
وفا نتیجۂ انجامِ جبہ سائی ہے
وہ کھل گیا جو غم و عیش تھا مقدر میں
جبیں کا عکس رہا نقش بن کے پتھر میں

(۲)

عیاں نقوشِ عمل ہیں کہاں کہاں اس کے
زمین اس کی، پہاڑ اس کے، آسماں اس کے
رسولؐ اس کے، امامؑ اس کے، سب جہاں اس کے
فرشتے اس کے، خدا اس کا، انس وجاں اس کے
مرض میں فائدہ دیتی نہیں دوا کس کو
پسندِ قلب نہیں خلق میں وفا کس کو

(۳)

وفا میں اہلِ محبت کا نام ہوتا ہے
جو جان دے تو پیام و سلام ہوتا ہے
عجیب طرح یہ قصہ تمام ہوتا ہے
قریبِ موت چھری سے کلام ہوتا ہے
لحد تک آئے چراغِ وفا جلائے ہوئے
گئے جناں میں جو دنیا کے آزمائے ہوئے

(۴)

نصیبِ قبر سیاہی ہوئی ہے کاکل کی
قضا سے ختم ہوئیں منزلیں تحمل کی
لحد پہ پھول کی چادر تھی مِلک بلبل کی
قضا کو یاد دلانے لگی ہنسی گل کی
کلی کی طرح سے زخمِ دلِ ملول کھلے
خزاں جب آئی تو اہلِ وفا کے پھول کھلے

(۵)

جگر کا درد نہ مر کر تہہِ مزار بڑھا
کھلی جو کاکلِ غم اور انتشار بڑھا
شبِ لحد سے قیامت کا انتظار بڑھا
ہوئے جو خاک وفاؤں کا اعتبار بڑھا
ہوا نے گرد سے پائے چھپے ہوئے ذرے
اڑے ہیں طالعِ قسمت بنے ہوئے ذرے

(۶)

ہے فخر قبر کو بھی صاحبِ شرف کی طرح
چھپے ہوئے ہیں یہ موتی دلِ صدف کی طرح
کبھی جو چشمِ زمانے میں تھے خذف کی طرح
چمک رہے ہیں وہ ذرے درِ نجف کی طرح
خدا کے عرش سے بالکل قریب ہے وہ زمیں
ہیں جس میں اہلِ وفا خوش نصیب ہے وہ زمیں

(۷)

بدل لیں عمر سے ہنگامِ امتحاں قبریں
دلوں کی طرح اگرچہ ہیں رازداں قبریں
وفائیں کہہ رہی ہیں، ہیں جہاں جہاں قبریں
کہاں زمین، کہاں آسماں، کہاں قبریں
وہ ضو چھپا نہ سکے دل جہاں پہ داغ جلے
ضیا فلک پہ گئی قبر پر چراغ جلے

(۸)

خزاں نصیب کہاں جوششِ بہار کہاں
زمینِ پست کہاں عرش افتخار کہاں
یہ آسماں کہاں اٹھتا ہوا غبار کہاں
ترا رسولؐ کہاں ہم گناہگار کہاں
نئی یہ ضد ہے بلندئ طور دیکھیں گے
جسے کلیم نے دیکھا وہ نور دیکھیں گے

(۹)

جو حرصِ اوج میں ڈوبا ہو وہ غبار سمجھ
کبھی تو کچھ اثرِ قلبِ بے قرار سمجھ
جو دامنوں میں گلوں کے ہے وہ بہار سمجھ
جمالِ دوست کے خوگر مآلِ کار سمجھ
وہ پوچھے جائیں گے جو اعتبار رکھتے ہیں
نہ ہم وہ آنکھ نہ وہ قلبِ زار رکھتے ہیں

(۱۰)

کہاں بتوں کی محبت کہاں خدا والے
عجب ہے کیا تجھے پوچھیں نہ گر جفا والے
دیارِ عشق میں ایسے بھی تھے وفا والے
عجیب صاحبِ قدرت تھے کربلا والے
اٹھا کے آنکھ نہ دنیائے زشت کو دیکھا
جہاں میں موت سے پہلے بہشت کو دیکھا

(۱۱)

وہ عزم جس سے تمنائے مدعا نہ گئی
وہ جوشِ موت سے بھی حسرتِ وغا نہ گئی
جو دل میں تھی وہ محبت کی انتہا نہ گئی
گلوں پہ چل گئیں تیغیں مگر وفا نہ گئی
نہ ساتھ رن میں شہِؑ مشرقین کا چھوڑا
مسافرت میں نہ دامن حسینؑ کا چھوڑا

(۱۲)

وہ پُر غضب کہ نہ ٹھہری کبھی سپاہِ ستم
وہ باوفا رہا جس کا دلِ حسینؑ میں غم
وہ جاں نثار جنھیں روئے شہ کے اہلِ حرم
وہ غیر جن کا رہا آلِ پاک میں ماتم
وہ تشنہ کامیاں بھولے نہ خاص و عام جنھیں
وہ خوش نصیب کہ روتے رہے امام جنھیں

(۱۳)

وہ ایک اک کی وغا وہ ہجومِ لشکرِ شر
وہ سب منچیں ہوئی چوٹیں وہ پُر عتاب نظر
شکست فوج کو دے دے کے آخری وہ سفر
وہ دیکھنے کی قضا اور باطنی وہ ظفر
شہید ظہر تلک ہر عزیز و غیر ہوا
وفائیں ختم ہوئیں خاتمہ بخیر ہوا

(۱۴)

حرم کی آنکھ سے لاشوں پہ خوں ابل آیا
سکونِ دل میں ہراک ہجر سے خلل آیا
جو بہرِ شاہ دمِ بدعتِ اجل آیا
بچانے باپ کو بچہ کوئی نکل آیا
جہاد میں ہوسِ جوشِ مدعا نہ چھٹی
یہ انتہا ہے کہ بے شیر سے وفا نہ چھٹی

(۱۵)

یہ فکر ہے شہِؑ بیکس پہ وقت تنگ نہ آئے
سوالِ آب پہ ڈر ہے کہیں خدنگ نہ آئے
امامؑ دیں پہ کوئی زخم قُربِ جنگ نہ آئے
گلے کے خون کا دامن پہ اڑ کے رنگ نہ آئے
چلے ہیں باپ کے ہاتھوں پہ تیر کھانے کو
گلے سے لپٹے ہیں قلبِ پدر بچانے کو

(۱۶)

بیاں وہ ماں کا وداع، وہ رخصتِ اصغرؑ
وہ بار بار یہ کہنا گلے سے لپٹا کر
کہو پلٹ کے بھی آؤ گے یا نہیں مرے گھر
میں دل سنبھالے ہوئے منتظر رہوں در پر
سوال ہوئے گا کیوں کر بغیر بولے ہوئے
پکارتی رہوں آغوشِ شوق کھولے ہوئے

(۱۷)

اِدھر یہ کہتی رہی ماں بدیدۂ مضطر
اُدھر پسر کو چلے لے کے شاہِ جن وبشر
قریبِ فوج جو پہونچا نبیؐ کا لختِ جگر
صدا پکار کے دینے لگا علیؑ کا پسر
مجھے بھی گھر سے سفارش کو لائے ہیں اصغرؑ
بڑی امید میں فوجوں تک آئے ہیں اصغرؑ

(۱۸)

ہیں میرے نورِ نظر بی بیوں کے پیارے ہیں
ہے جائے رحم کہ یہ تشنگی کے مارے ہیں
تڑپ کے دن کئی بے شیر نے گذارے ہیں
یہ بار بار لبِ خشک کے اشارے ہیں
دوائے دردِ دلِ تشنہ کام دو مجھ کو
ہمک رہے ہیں کہ پانی کا جام دو مجھ کو

(۱۹)

زباں دکھا کے اشارے اگر یہ کرتا ہے
دلوں میں دیکھنے والوں کے غم لرزتا ہے
بغیرِ چارہ گری زخم کوئی بھرتا ہے ؟
یہ نورِعین مرا بے قصور مرتا ہے
کسی مقام پر آتا نہیں نظر پانی
نگاہیں ڈھونڈھتی پھرتی ہیں بوند بھر پانی

(۲۰)

نگاہِ رحم رہے تم جدھر جدھر دیکھو
عطش سے جلتے ہوئے قلب کا اثر دیکھو
ثواب ہے کسی بیمار کو اگر دیکھو
یہ کامیاب ابھی ہوں جو اک نظر دیکھو
جو دیکھ لو تو چھپیں غم نہ دل سے کھائے ہوئے
نہ مانوں پھر کبھی پانی بغیر لائے ہوئے

(۲۱)

طبیبِ درد کو آسان ہے دوا میری
ہے دل دکھاتی ہوئی دشت میں صدا میری
سنے یہ صاحبِ اولاد التجا میری
ہے زعمِ ناقصِ لشکر میں گر خطا میری
نبیؐ کا لختِ جگر کبریا کا نور ہے یہ
قصوروار اگر میں ہوں بے قصور ہے یہ

(۲۲)

تمہارے دل میں ہو بالفرض یہ خیال اگر
کہیں میں اس کے بہانے سے لے نہ لوں ساغر
لٹا کے گرم زمیں پر میں اپنا لختِ جگر
پسر سے دور ہٹا جاتا ہوں بہ دیدۂ تر
شعارِ رحمِ رسولؐ خدا دکھا جاؤ
تم اپنے ہاتھ سے پانی اسے پلا جاؤ

(۲۳)

سپاہ تک جو گئے نالہائے پُر تاثیر
لرز گیا صفتِ قلب لشکرِ بے پیر
زبانِ فوج پہ آئی یہ درد کی تقریر
بتاؤ ہے علی اصغرؑ کی کون سی تقصیر
کیا ہے بند جو پانی وہ لائے دیتے ہیں
امیرِ فوج سے کہہ کر پلائے دیتے ہیں

(۲۴)

ادھر سپاہ میں برپا ہوا یہ شور شغب
کیا رئیس نے اس سمت حرملہ کو طلب
کہا یہ اس سے بن سعد نے ہے جائے عجب
تو دیکھتا ہے جو ہے قلبِ فوج کیں پہ تعب
نشانہ تیر سے ہو شاہ کا پسر جلدی
کلامِ سیدِ مظلوم قطع کر جلدی

(۲۵)

یہ ڈر رہا ہوں نہ پھر جائے مجھ سے لشکرِ شر
بیانِ شاہ میں مخفی ہے انتہا کا اثر
نہ جانے کون سا تھا رن میں حرملہ کا جگر
کمان دوش سے ظالم نے لے لی کچھ ہٹ کر
جو پوچھئے تو سبب ہوگیا ملال کا تیر
لعیں نے لے لیا ترکش سے تین بھال کا تیر

(۲۶)

ادھر حسینؑ مخاطب ہوئے سوئے اصغرؑ
کہا حضور نے پھیرو زبان ہونٹوں پر
تپش میں خشکیِ لب کو سمجھ تو لے لشکر
پھرا یہ سنتے ہی سوئے سپاہ شہؑ کا پسر
اُدھر ہوا پہ اجل کا پیام آتا تھا
اِدھر حسینؑ کا بچہ زباں دکھاتا تھا

(۲۷)

یہ فکر تھی رخِ اصغرؑ کو دیکھ لیں بے پیر
بلند کر چکے تھے ہاتھ پر شہِ دلگیر
اِدھر حضور نے یہ کی تھی پیاس کی تدبیر
اُدھر کمان سے چھوٹا ہوا تھا ظلم کا تیر
یہ نا امید ہوئے کہہ کے مدعا اصغرؑ
نشانہ ہو گے ناوک کا بے خطا اصغرؑ

(۲۸)

پڑا جو زخم کا ننھے گلے میں آکے اثر
ہوائے دامنِ ناوک نے کردیا ششدر
تھا زور تیرِ ستم میں بھرا ہوا کیوں کر
اچھل کے گر پڑے دستِ حسینؑ پر اصغرؑ
گلے میں رک گیا جو دم تو اضطراب ہوا
عجیب تیر سے ہاتھوں پہ انقلاب ہوا

(۲۹)

امامؑ بعدِ ہدف پڑ گئے تھے مشکل میں
عجیب صبر کا جادہ تھا غم کی منزل میں
پڑا تھا رعشہ اِدھر دستِ شاہؑ عادل میں
اُدھر اذیتِ اصغرؑ کا خوف تھا دل میں
ملا یہ شاہؑ کو فوجوں سے التجا کرکے
گلے سے تیر نکالا خدا خدا کرکے

(۳۰)

لرز گیا تنِ نازک بڑھا جو دردِ جگر
گلے کے زخم سے اٹھا نہ ہچکیوں کا اثر
رکا جو دم تو کیا روح نے جناں کا سفر
پکارتے ہی رہے شاہ اے علی اصغرؑ
کھلی نہ آنکھ تو منھ آنسوؤں سے دھونے لگے
بنا نہ کچھ تو گلے سے لگا کے رونے لگے

(۳۱)

قریبِ خیمۂ عصمت جو رن سے آئے حسینؑ
کلامِ درد یہ اپنی زباں پہ لائے حسینؑ
لہو بھری ہوئی صورت کسے دکھائے حسینؑ
شہیدِ خنجر کیں ہو تو چین پائے حسینؑ
گلے پہ تیر کو کھا کر گذر گئے اصغرؑ
کوئی ربابؑ سے کہہ دے کہ مر گئے اصغرؑ

(۳۲)

مقامِ امن نہیں ہے جہاں کی راہ گذر
کبھی اجل نہ جسے آئے کون ہے وہ بشر
صدا حسینؑ کی پہونچی جو خیمہ کے اندر
تڑپ کے ماں یہ پکاری ارے مرا اصغرؑ
دلِ حسینؑ کو بیتاب کر گئے بیٹا
نہ دودھ چھوٹنے پایا کہ مر گئے بیٹا

(۳۳)

تپش وہ قبر کی اور رن میں چھوٹا سا وہ مزار
وہ درد ننھے گلے میں وہ زخم دامن دار
وہ نیند مر کے قضا کی وہ تم سا سینہ فگار
وہ گرم گرم زمیں اور وہ پھول سے رخسار
فنا تڑپ کے مرا قلبِ زار ہوجائے
تمہاری قبر پہ مادر نثار ہوجائے

(۳۴)

اُدھر ربابؑ کے نالے ادھر یہ شہؑ کی صدا
کریں نہ ترک قدم جادہ ہائے صبر و رضا
بس اب اٹھے گی نہ دل سے جفائے اہلِ جفا
حسینؑ جاتا ہے دشتِ ستم میں بہرِ وغا
جو رخصتی ہے مرا وہ پیام کہہ دینا
تمام اہلِ حرم سے سلام کہہ دینا

(۳۵)

صدا حرم کو یہ دیکر بڑھادیا رہوار
اٹھا فرس کے قدم چوم کے زمیں کا غبار
ہوائیں چلنے لگیں سمتِ وادئ پُرخار
پسند کرلیا ذروں نے کروٹوں کا شعار
اس اوج پر بھی کوئی رن میں اعتبار نہ تھا
نہ جانے کون سے دل تھے جنھیں قرار نہ تھا

(۳۶)

بڑھا کے اڑتی ہوئی خاک خود عقب میں چلا
زمانہ ہوگیا ساکت جو یہ غضب میں چلا
ادب سے سر کئے خم وادئ ادب میں چلا
عجیب شان سے گھوڑا رہِ طلب میں چلا
قدم قدم پہ خموشی کلام کرتی ہوئی
ہوا جلو میں چلی اہتمام کرتی ہوئی

(۳۷)

ہے آسماں کا جو تارا وہ مہ جبیں گھوڑا
جو بوئے گل سے سبک ہے وہ نازنیں گھوڑا
جو ہے حجابِ نظر میں وہ سرمگیں گھوڑا
جو اہلِ مصر میں یکتا ہے وہ حسیں گھوڑا
ہجومِ روزِ جزا دیکھ بھال کر نکلا
نقاب دامنِ یوسف کی ڈال کر نکلا

(۳۸)

ہنسا تو پھول دکھائی دئے نہالوں میں
جو کھو گیا تو ترقی ہوئی خیالوں میں
اڑا زمیں سے تو جا پہنچا عرش والوں میں
بنا بساطِ سلیماں پری جمالوں میں
چمن کے باغ کی کلیاں دعائیں دینے لگیں
ریاضِ خلد سے حوریں بلائیں لینے لگیں

(۳۹)

ہیں مضطرب غمِ فرقت گذارنے والے
لئے ہیں دل کو تصدق اتارنے والے
ادھر بھی دیکھ لے بے موت مارنے والے
یہ کہہ رہے ہیں تڑپ کر پکارنے والے
ہراک کو تیغِ ادا سے حلال کرتا جا
نہ دل ملیں تو جگر پائمال کرتا جا

(۴۰)

تھے اہلِ عشق کے بیتاب ادھر دلِ ناکام
ادھر یہ کہتا ہوا جارہا تھا اسپِ امام
نہیں ہے میری قدامت میں ایک کو بھی کلام
جہاں میں ہوں میں پسندیدۂ رسولؐ انام
بشر تو کیا ہے کہ سکّانِ عرش تک آئے
میں اس مقام پہ تھا جس جگہ ملک آئے

(۴۱)

پسند پہلے کیا سب سے مصطفؐیٰ نے مجھے
پھر انتخاب کیا قلبِ مرتضیؑ نے مجھے
لیا حسینؑ کے ہمراہ مجتبیٰؑ نے مجھے
یہ انتہا ہے چنا ذاتِ کبریا نے مجھے
رہی نہ اہلِ معاصی سے رسم و راہ مری
بنی ہے دامنِ عصمت سے بارگاہ مری

(۴۲)

اس اوج پر مری حالت کا پوچھنا کیا تھا
نبیؐ سے حسنِ عقیدت کا پوچھنا کیا تھا
خدا کی دی ہوئی صورت کا پوچھنا کیا تھا
زمانے میں مری قوت کا پوچھنا کیا تھا
شرف براق کو جو تھا وہ پالیا میں نے
جہاں میں بارِ نبوت اٹھالیا میں نے

(۴۳)

ہے میرے واسطے مخصوص یہ خدا کا کرم
جو مجھ میں ہیں، نہیں اوصاف یہ کسی میں بہم
نبیؐ کے دوش پہ جو تھے رہے وہ مجھ پہ قدم
یقین جانیو! کعبہ کی کھا رہا ہوں قسم
پہنچ سکا نہ بلندی کو آفتاب مری
تمہیں سمجھ کے کہو کیا بنی رکاب مری

(۴۴)

کہاں خدا کی خدائی میں ہے علیؑ سا بشر
جہاں گیا اسدِ حق وہ معرکہ ہوا سر
خدا کے فضل سے پائی کہاں کہاں نہ ظفر
ہو نہروان کہ صفین و خندق و خیبر
جہاں پہ پہنچا وہ میدان میرے ہاتھ رہا
خوشا نصیب کہ برسوں علیؑ کا ساتھ رہا

(۴۵)

جو دل پہ نقش تھا وہ نام پوچھتے کیا ہو
ملا جو حق سے وہ آرام پوچھتے کیا ہو
غلامِ شاہؑ کا انجام پوچھتے کیا ہو
یزیدیو! مرا اسلام پوچھتے کیا ہو
بڑھا ہوا ہے نگاہوں میں اعتبار مرا
بتوں کا توڑنے والا ہے شہسوار مرا

(۴۶)

ہے مالامال کئے خلق میں سخا مجھ کو
ہوئے گہر بھی تو بحرین کے عطا مجھ کو
امین سمجھے یہ محبوبِ کبریا مجھ کو
ملی کریم سے میراثِ انبیاؑ مجھ کو
چراغ خانۂ زوجِ بتولؑ کے پائے
علیؑ کی گود سے بیٹے رسولؐ کے پائے

(۴۷)

بلند رتبہ و عرش افتخار تھے دونوں
نبیؐ کی طرح مرے ورثہ دار تھے دونوں
علیؑ کی طرح مرے شہ سوار تھے دونوں
مآلِ قدرتِ پروردگار تھے دونوں
دل علیؑ و نبیؐ کا سرور تھے دونوں
تھا جس پہ ناز خدا کو وہ نور تھے دونوں

(۴۸)

وہ دل جو سینۂ زہراؑ میں گھر بنائے ہوئے
وہ عرش دوشِ نبیؐ پر جو اوج پائے ہوئے
وہ نفسِ پاک جو خالق کے آزمائے ہوئے
وہ شہسوار اسدِ حق کے جو سکھائے ہوئے
شہِؑ زمین و زماں خسروِ زمن بیٹھے
کبھی حسینؑ کبھی پشت پر حسنؑ بیٹھے

(۴۹)

ہر ایک حرفِ جبیں کلک سے جلی آیا
جو نور تا سرِ زیں آیا منجلی آیا
اٹھا خدا کا ولی اک تو اک ولی آیا
امام پاک حسنؑ تک پسِ علیؑ آیا
پسِ رسولؐ مرا اتنا احترام ہوا
وہی ہوا مرا راکب کہ جو امام ہوا

(۵۰)

وطن سے کرب و بلا تک اسی پہ جانا ہے
اسی کی زیں پہ شہیدوں کی لاش اٹھانا ہے
اسی پہ دھوپ کئی روز رن کی کھانا ہے
اسی کی پشت پہ پیغام موت آنا ہے
وفا نباہ دے زہراؑ کے نورِ عین کے ساتھ
فرس وہ ہو کہ جو پیاسا رہے حسینؑ کے ساتھ

(۵۱)

غضب میں تھا جو رواں اسپ صاعقہ کردار
تھے سُم کی چوٹ سے ذرے زمیں کے سینہ فگار
پڑا ہوا تھا کشاکش میں دشتِ کیں کا غبار
نگاہِ فوج میں دنیا ہوئی تھی تیرہ و تار
جو ہیں امامِ جن وانس و حور وہ آئے
یہ ایک شور تھا آئے حضور وہ آئے

(۵۲)

یہ کہہ رہا تھا لرز کر ہجومِ لشکرِ کیں
یہ کیسے قبلِ قیامت ہیں حشر کے آئیں
چھپا ہے خاک کے پردوں میں روئے چرخِ بریں
دبی ہوئی ہے سُموں میں فرس کے گاوِ زمیں
اثر ہوا میں بھی میداں کے انقلاب کا ہے
نہاں غبار میں بیٹا ابوترابؑ کا ہے

(۵۳)

ترقیوں پہ جو تھا انتشارِ لشکرِ شر
خیالِ موت سے کھنچ آئے تھے لبوں پہ جگر
پڑے تھے جان کے لالے سپاہیوں کو ادھر
قریبِ فوج ادھر آئے امامِؑ جن و بشر
بغیر حکم نہ پھر اک قدم گیا گھوڑا
دبا کے خاک کی چادر کو تھم گیا گھوڑا

(۵۴)

جو چل رہی تھی دمِ تیزیٔ سمند ہوا
قدم کے رکتے ہی لہرایا خاک کا پردا
اشارہ پا کے فرس کا غبار بیٹھ گیا
ہٹی وہ گرد دکھائی دیا وہ نورِ خدا
پڑی جو چھوٹ تو جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے
سوار، رخ کی تجلی سے ہوش کھو بیٹھے

(۵۵)

پکارے دشت میں کچھ دیر شاہِ دیں تھم کر
خبر بھی ہے تجھے کچھ اے گروہِ لشکرِ شر
دیا ہے حق نے مجھے اختیارِ جن وبشر
ہوں اہلِ ارض وسماوات وعرش سے بہتر
نہ جس پہ حکم مرا ہو وہ صبح و شام نہیں
مرے سوا کوئی کونین کا امام نہیں

(۵۶)

خدا کا نور ہوں دنیا کی زیب وزین ہوں میں
خدا گواہ ہے سلطانِ مشرقین ہوں میں
حسنؑ کا بھائی ہوں زہراؑ کا نورِعین ہوں میں
جو جانشینِ پیمبرؐ ہے وہ حسینؑ ہوں میں
امامِ جن و ملک ہوں ولی تمہارا ہوں
میں ہی نبیؐ کا نواسا علیؑ کا پیارا ہوں

(۵۷)

یہ وہ نبیؐ ہیں تمہارے جو سب سے ہیں بہتر
جہاں میں ختم نبوت خدا نے کی جن پر
وہ تھے حبیبِ خداوندِ حور و جن و بشر
گئے جو متصلِ عرشِ خالقِ اکبر
وہ جوشِ عشق ترقی دکھائی ہے جس نے
جہاں میں رات کو معراج پائی ہے جس نے

(۵۸)

جو دل کے شوق حدِ اضطراب تک پہنچے
امینِ وحی رسالت مآبؐ تک پہنچے
براق ساتھ لئے فرشِ خواب تک پہنچے
نبیؐ کے پاؤں فرس کی رکاب تک پہنچے
تڑپ کے برق کی صورت نہ پھر نظر آیا
ذراسی باگ کی جنبش میں عرش پر آیا

(۵۹)

جو اپنی حد سے ملائک نکل گئے ہوتے
بحارِ قہرِ الٰہی ابل گئے ہوتے
نفوسِ سرد سے شعلے بدل گئے ہوتے
جلالِ حق سے پر و بال جل گئے ہوتے
گذر کے عرش سے تاحدِّ لامکاں پہنچے
جہاں گئے نہ فرشتے، نبیؐ وہاں پہنچے

(۶۰)

ملک نہ ڈر سے رسالت مآبؐ تک آئے
مگر نہ غم شہؑ گردوں رکاب تک آئے
حریمِ لطفِ الٰہی کے باب تک آئے
رسولِؐ کون و مکاں اس حجاب تک آئے
ہوائے شوق کے جھونکوں کو سہ گیا پردا
جو اٹھتے اٹھتے نگاہوں سے رہ گیا پردا

(۶۱)

اِدھر نبیؐ کو کب ارمانِ اتصال نہ تھا
اُدھر حبیب کا خالق کو کب خیال نہ تھا
تھا کیا جو دونوں طرف دل کا ایک حال نہ تھا
پئے سکونِ جگر رخ کا گر جمال نہ تھا
دلِ رسولؐ خدا اضطراب پا ہی گیا
خدا کا ہاتھ تسلی کو باہر آ ہی گیا

(۶۲)

ثنا میں باپ کی مشغول تھے اِدھر شہِ دیںؑ
اُدھر سپہ میں کمانیں ہزار ہا کڑکیں
ہوا خیال سے اصغرؑ کے اور قلب حزیں
بگڑ کے کہنے لگا دوشِ مصطفیٰؐ کا مکیں
رلائے گی جو لہو وہ امنگ ہے میری
گلا نہیں کسی بچہ کا جنگ ہے میری

(۶۳)

مڑے یہ کہہ کے سوئے تربتِ علی اصغرؑ
پکارنے لگے بچے کو شاہِ جن وبشر
جہاد باپ کا دیکھو مزار سے اٹھ کر
اب اس خیال سے کھنچتی ہے رن میں تیغ دوسر
پناہ آج کہاں اہلِ شام لیتے ہیں
تمہارے خون کا ہم انتقام لیتے ہیں

(۶۴)

پئے نبرد ادھر آگئی قریب سپاہ
تھا پہلے ہی سے جو دل ظلمِ فوج سے آگاہ
جبینِ پاک پہ آئی شکن بہ عزت و جاہ
بڑھا کے ہاتھ کو قبضہ پہ کی غضب میں نگاہ
ہے جس کا نام اُحد سے وہ نیک نام کھینچی
علیؑ کو حق نے جو بھیجی تھی وہ حسام کھینچی

(۶۵)

تڑپ کے آگئی باہر جو تیغِ صاعقہ دم
چلی اکڑتی ہوئی جانبِ سپاہِ ستم
جو پُرغضب ہے وہ کیا جانے چشمِ لطف وکرم
لے آئی پہلے ہی حملہ میں سر کو تا بہ قدم
اشارے تھے یہ ادائیں پری جمالوں سے
تم اتنا تنتے ہو گردوں کے رہنے والوں سے

(۶۶)

ہلالِ عید بھی ہوں حسنِ لازوال بھی ہے
مثالِ ماہِ دو ہفتہ مجھے کمال بھی ہے
تمہاری جان کی دشمن بھی ہوں ملال بھی ہے
کہاں سے آئی کہاں ہوں یہ کچھ خیال بھی ہے؟
رہی جو دستِ خدا میں تو نیک اساس رہی
میں جس کے پاس سے آئی اسی کے پاس رہی

(۶۷)

جہاں گئی وہاں بہتا تھا خون کا دھارا
بہادروں سے بھی بنتا نہ تھا کوئی چارہ
وہ سرنگوں ہوا میداں میں جس کو للکارا
میں ہی نے عنتر و عتبہ سا پہلواں مارا
جفائے دردِ دلِ لا علاج پوچھ آئی
بڑے بڑوں کا وغا میں مزاج پوچھ آئی

(۶۸)

یہودیوں کا وہ مجمع وہ فرسخوں لشکر
برائے جنگ علم لے کے جب بڑھے حیدرؑ
بچا نہ حارثِ بے دیں نہ مرحبِ خودسر
سپہ گرا کے در قلعہ لے لیا بڑھ کر
نہ افسروں ہی میں جاں تھی نہ دم تھا لشکر میں
ہوئی کلیدِ ظفر جنگ بابِ خیبر میں

(۶۹)

کہاں کہاں نہ لڑوں گی مرا جگر دیکھو
فریفتہ ہے جہاں حسن کا اثر دیکھو
ہوا ہے کون حسین آج جلوہ گر دیکھو
یقیں نہ ہو تو مری شکل اک نظر دیکھو
اس آئینہ میں لڑائی کا حال سارا ہے
وہ صورتیں نظر آئیں گی جن کو مارا ہے

(۷۰)

مرے ادب سے جری بھی ہیں گردنیں ڈالے
مری نگاہ سے سینوں کے زخم ہیں آلے
پڑا کئے مرے جلوؤں سے جان کے لالے
جہاں گئی وہاں لاکھوں تھے پوچھنے والے
حسیں وہ ہوں کہ ہر اک جا ہجومِ نشر ملا
جہاں گئی وہاں قسمت سے روزِ حشر ملا

(۷۱)

ہے حسنِ صاحبِ محفل سے رنگ محفل کا
مرے تڑپ کے تو روشن ہو نام بسمل کا
اگر کشش ہو تو شکوہ نہ کر رگِ دل کا
جمال بڑھتا ہے انگڑائیوں سے قاتل کا
مرے شباب کا عالم بدل گیا کہ نہیں
رگیں کھینچی کہ نہیں ، دم نکل گیا کہ نہیں

(۷۲)

اگر قضا کے نہ آنے کا ہے گلہ تم کو
سناؤں اپنے ستم کا میں ماجرا تم کو
کہیں کا بھی نہ رکھے گی مری وفا تم کو
نہ یاں ملے گا نہ محشر میں خوں بہا تم کو
خدا سے صاف کہوں گی یہ میرے بسمل ہیں
لہو بہا کے جو مکریں وہ اور قاتل ہیں

(۷۳)

نہ کرنے پائے گی مجرم مری دل آزاری
خجل کرے گی تمہیں حشر میں جفا کاری
خدا پسند کرے گا مری ستم گاری
رہے گا قاتل و مقتول امامؑ کا ناری
میں پیشِ نزدِ خدا دفتر گناہ کروں
تمہارا ظلم دکھا کر تمہیں گواہ کروں

(۷۴)

یہ رازِ حسن و محبت دم مصاف رہے
وہ تم کرو جو ہر اک حشر میں خلاف رہے
جو کچھ جفا میں کروں وہ مجھے معاف رہے
لہو بھرا ہوا دامن یہ پاک و صاف رہے
میں اس جفا پہ بھی آزاد روز محشر ہوں
جو حشر میں بھی نہ مجرم ہو وہ ستمگر ہوں

(۷۵)

کسی مقام پہ مجرم نہیں وفا والے
سزا انھیں کو ملے گی جو ہیں سزا والے
کہوں گی میں نظر آئیں گے جب جفا والے
ستم کئے ہوئے آئے ہیں کربلا والے
جفائیں حشر کے دن کام آئیں گی میری
وہاں بھی تم کو نگاہیں بتائیں گی میری

(۷۶)

غریب و فاقہ کش و بے دیار کو مارا
دمِ نبرد صغار و کبار کو مارا
ترے نبیؐ کے ہر اک گلعذار کو مارا
یہ انتہا ہے کہ اک شیرخوار کو مارا
ملا نہ چین جسے وہ دکھا ہوا دل ہوں
بتا کریم یہ قاتل ہیں یا میں قاتل ہوں ؟

(۷۷)

شہادتِ علیؑ اصغرؑ پہ آسماں روئے
زمین روئی ملک روئے انس و جاں روئے
خود اپنے ظلم پہ پیر اور نوجواں روئے
گلے لگا کے شہنشاہِ دوجہاں روئے
میں بے قرار تھی مضطر وہ ماہ پارا تھا
خدنگِ ظلم کو جب حرملہ نے مارا تھا

(۷۸)

یہ کہتی جاتی تھی اور محوِ جنگ تھی تلوار
کسی بھرے ہوئے دل کی امنگ تھی تلوار
جو زخم سے نہ کھنچے وہ خدنگ تھی تلوار
لہو میں ڈوب کے مہندی کا رنگ تھی تلوار
لہو جو زخم سے لے آئی تھی وہ کھو ڈالا
بھرا جو ہاتھ تو موج ہوا سے دھو ڈالا

(۷۹)

وہ غیظِ شاہؑ وہ بل ابروؤں پہ آئے ہوئے
ہو جس طرح سے اسد پیچ و تاب کھائے ہوئے
تھا رن میں عالمِ پیری شباب لائے ہوئے
تھے دامنوں کی طرح آستیں چڑھائے ہوئے
وہ رعب پاس نہ اہلِ فساد آتے تھے
وہ شان جس سے یداللہ یاد آئے تھے

(۸۰)

وہ ضرب تھی کہ لرزتے تھے جس سے ماہی و ماہ
عیاں وہ رخ سے غضب تھا نہ جس سے تاب نگاہ
وہ رن میں قہر کے حملے، ملے نہ جس سے پناہ
وہ انتشار وہ ڈوبی ہوئی لہو میں سپاہ
ہجومِ فوج کو نظروں سے کھو دیا ہوتا
لہو میں بہہ کے زمانہ ڈبو دیا ہوتا

(۸۱)

وہ دوپہر کی تپش اور وہ غیظِ سرورِ دیں
کئے وہ حشر ہر اک صف میں چشمِ قہر آگیں
ہوا نے کر دیا خاکی لباسِ چرخِ بریں
ہر ایک ضرب پہ پہلو بدل رہی تھی زمیں
نبردِ شیر خدا تھے جو دیکھے بھالے ہوئے
فرشتگانِ زمیں تھے زمیں سنبھالے ہوئے

(۸۲)

جہاں کے خوں سے پُر آشوب تھی یہ راہ گذر
وہیں کی ہوگئی پہنچی جہاں پہ ڈر کے نظر
ضیائے مہر کو کھویا تھا خاک نے اڑ کر
لہو کی بوند فلک پر تھا خسروِ خاور
اخیر قصۂ افواجِ روم و شام ہوا
بتا رہی تھی یہ سرخی کہ دن تمام ہوا

(۸۳)

وہ میتوں کی خموشی وہ بسملوں کی فغاں
وہ قلب پیر کے ٹکڑے وہ سینہ چاک جواں
نفس وہ اکھڑے ہوئے خوفناک وہ میداں
تھی دوڑ دھوپ سے گھوڑوں کی خاک تک لرزاں
چلا زمیں سے کچھ اس طرح خوف کھائے ہوئے
ہوا غبار کو سینہ سے ہے لگائے ہوئے

(۸۴)

گرے فرس سے تو ایذائے درد و غم پائی
نہالِ زیست کی خاک ایک اک قلم پائی
نہ چلنے والوں کی خاکِ رہِ قدم پائی
سفر تمام ہوا منزلِ عدم پائی
سوالِ موت پہ وقتِ نبرد بول چکے
وہ کیا لڑیں گے سپاہی کمر جو کھول چکے

(۸۵)

وہ آبِ تیغِ شہؑ دیں وہ جوشِ دریائی
حباب بن گیا تھا جس میں چرخِ مینائی
ستم کی فوج نے راحت نہ جب کہیں پائی
بھنور کی طرح سے گردش سپاہ نے کھائی
جو آبروئے سپہ تھی وہ کھو چلے شبیرؑ
تمام فوج کا بیڑا ڈبو چلے شبیرؑ

(۸۶)

مجال کیا جو کوئی صف سے ہٹ چلے دم بھر
تھا قید جنبشِ چشمِ غضب میں لشکرِ شر
نظر کہے گی جدھر اب چلے گی فوج اُدھر
سپاہ رنگ بدلتی ہے دے کوئی ساغر
ہوس سنی مرے ساقی نے آرزو کی طرح
وہ جوش کھائی ہوئی مئے اڑی لہو کی طرح

(۸۸)

جو ہے سیاہ میں دلدادہ اب وہ جام پہ ہے
علیؑ کا لختِ دل آمادہ انتقام پہ ہے
اثر زمانہ کی گردش کا فوجِ شام پہ ہے
شروع حُر سے وغا ہے تو ختم امامؑ پہ ہے
نہ لینے پائے یہ مے کوئی اور اے ساقی
ہو ایک جام بہتر ہوں دور اے ساقی

(۸۹)

وہ بزم جس میں ہر اک کامیاب ہو ساقی
وہ دور جس سے خجل انقلاب ہو ساقی
وہ باب ذرہ جہاں آفتاب ہو ساقی
وہ میکدہ جہاں سرکہ شراب ہو ساقی
نظر کی چھیڑ سے زخموں کو سینے والا ہوں
کہ میں امامؑ کی محفل کا پینے والا ہوں

(۹۰)

ہے میری آہ بھی اور جنبشیں ہوا کی بھی ہیں
شکایتیں مجھے بے مہریٔ قضا کی بھی ہیں
دوائیں پاس مرے دردِ لا دوا کی بھی ہیں
غدیر کی بھی صدائیں ہیں کربلا کی بھی ہیں
ہے دونوں سمت طلب ہم سے سرفروشوں کی
عجیب رنگ پہ محفل ہے بادہ نوشوں کی

(۹۱)

ہے دُہرا دُہرا ہر اک کی زباں پہ افسانہ
وہ کون ہے جو نہیں میکدوں کا دیوانہ
ہر اک کھلا ہوا ہے، شکلِ بابِ جانانہ
اُدھر غدیر اِدھر کربلا کا مے خانہ
بر آئیں گی جو تمنائیں دل کی باقی ہیں
کہیں علیؑ تو کہیں پر حسینؑ ساقی ہیں

(۹۲)

جو کربلا میں بٹی مے وہ خلق پا ہی گئی
نظر میں گردشِ جام و سبو سما ہی گئی
جو پردے تھے حق و باطل کے وہ اٹھا ہی گئی
مئے شریعتِ اسلام ہم تک آ ہی گئی
وہی شراب ابھی تک ہے رنگ لائی ہوئی
نہ باغِ دیں سے گئی پھر بہار آئی ہوئی

(۹۳)

تپش غدیر کی گو مے کشوں میں ہے مشہور
ہوائے گرم حجازی کا ہر طرف تھا مرور
تپاں تھے جلتے ہوئے خاک سے دلِ رنجور
مگر مثال نہ رکھتی تھی گرمیٔ عاشور
حسینؑ پر تھا تپش کا شباب اے ساقی
تھا کس زمیں پہ رخِ آفتاب اے ساقی

(۹۴)

یہ چاہِ غم کی بتاتی تھی سب سے طغیانی
جو تشنہ لب ہو وہ آب آ کے لے بہ آسانی
تھا کون بند جو کرتا رسولؐ پر پانی
یہ کربلا ہی میں تھے جمع کفر کے بانی
ستمگروں نے شہِؑ مشرقینؑ کو مارا
قریب نہر کے پیاسا حسینؑ کو مارا

(۹۵)

نہ ہو یقین تو آ، سوئے کربلا ساقی
دکھاؤں تشنہ لبی کی تجھے وغا ساقی
ہے سمتِ کوفہ رواں لشکرِ جفا ساقی
غضب میں ہے جگر و جانِ مرتضیؑ ساقی
تباہ محفلِ بغض و عناد ہے ساقی
تپش میں دید کے قابل جہاد ہے ساقی

(۹۶)

معِ سپاہ سوارانِ پر جگر بھاگے
شریر و ظالم و سفاک و فتنہ گر بھاگے
عجیب شانِ دلیری سے اہلِ شر بھاگے
نشاں کا پھر گیا منھ جس طرف اُدھر بھاگے
کسی مقام پہ وقتِ وغا قرار نہ تھا
فراریوں کا کوئی رن میں اعتبار نہ تھا

(۹۷)

چلا ہے جانبِ کوفہ علیؑ کا راحتِ جاں
ہے افسروں کی طرح اختیارِ فوجِ گراں
کئے وہ سرخ لہو نے جو تھے سیاہ نشاں
بدل گئی دمِ ترتیب صورتِ میداں
دو شکلیں چھپ گئیں جو پائمال ہوگئی تھیں
سیاہ وردیاں جسموں میں لال ہوگئی تھیں

(۹۸)

سپہ نے زورِ شہنشاہِ نیک خو دیکھا
جمالِ موت جو دیکھا تو دو بدو دیکھا
بحارِ خوں کو رواں رن میں تا گلو دیکھا
جدھر نگاہ مڑی اس طرف لہو دیکھا
بلند اتنی دمِ جنگ خوں کی سیل گئی
لہو کے عکس سے سرخی فلک پہ پھیل گئی

(۹۹)

رواروی میں تھے بالائے رہ گذر گھوڑے
نہ بے خبر تھے سپاہی نہ بے خبر گھوڑے
تھے یوں مطیعِ شہنشاہِ بحر و بر گھوڑے
مجال کیا کہ جو سرکیں ادھر ادھر گھوڑے
تھیں جتنی دشت میں فوجیں وہ شہؑ کے ساتھ میں تھیں
لجامیں لاکھوں سمندوں کی ایک ہاتھ میں تھیں

(۱۰۰)

تھے یوں جہاد میں مشغول امامؑ جن و بشر
دلوں میں بیٹھا ہوا تھا یہ رعبِ شہؑ کا اثر
سمٹ کے پھیل گیا رن میں گر ذرا لشکر
دمِ نبرد یہ باجوں نے دی صدا بج کر
قضا کے ساتھ شہِؑ مشرقین آ پہنچے
پکارنے لگی قرنا حسینؑ آ پہنچے

(۱۰۱)

تھے جس قدر سپہ نابکار میں باجے
چھپے ہوئے تھے ردائے بہار میں باجے
تھے قید، حکمِ شہؑ نامدار میں باجے
جو بج رہے تھے وہ تھے اختیار میں باجے
امامِ عصر حسینؑ اور دیں پناہ حسینؑ
دُہل کی رن میں یہ آواز تھی کہ شاہ حسینؑ

(۱۰۲)

برش سے تیغِ شہِؑ دیں کی کٹ گئیں فوجیں
تھا انحصار نہ جن کا وہ گھٹ گئیں فوجیں
ردائے خاک جو سمٹی لپٹ گئیں فوجیں
یہ انقلاب، وغا سے پلٹ گئیں فوجیں
مکین ہو کے رہے زیب و زین کے جھنڈے
ہوا اڑاتی تھی نامِ حسینؑ کے جھنڈے

(۱۰۳)

عمل حسامِ شہنشاہِؑ دیں کا بیٹھا ہے
ہوائے فتح سے اڑتا ہوا پھریرا ہے
سپہ کے پاس نہیں جو اسے خبر کیا ہے
حضور اُسی کی حکومت ہے جس کا ڈنکا ہے
مآلِ فوج نظر میں قضا کی دید سے ہے
بنِ زیاد سے مطلب نہ کچھ یزید سے ہے

(۱۰۴)

صدا یہ دیتے ہوئے جا رہے ہیں شاہِ انام
میں تھمنے دوں نہ وہاں فوج کا جہاں ہو مقام
ہوس یہ ہے کہ فراری ہو رن سے لشکرِ شام
نہ قیدِ شمر کی خواہش نہ ابنِ سعد سے کام
نہ یہ کہے نہ ستم ہر جوان و پیر کرے
یہ قید ہوں تو حرم میرے کون اسیر کرے

(۱۰۵)

وہ خیر ہوں گے جو تقدیر میں مری غم ہیں
پر اس خیال سے حملے وغا میں پیہم ہیں
جفائیں جو ابھی تم پر ہوئی ہیں وہ کم ہیں
دیارِ کوفہ ہے افواجِ ظلم ہے ہم ہیں
ستانے سے نہ غرض تھی نہ فکرِ نام ہمیں
کہ لینا تھا علی اصغرؑ کا انتقام ہمیں

(۱۰۶)

وغا میں ہو برشِ لشکرِ جفا کب تک
کرے جہاد بنِ ضیغمِ خدا کب تک
رہے نبرد کی بتلاؤ انتہا کب تک
ہو اک سے اور کئی لاکھ سے وغا کب تک
نہ پیدل اور نہ سوارانِ شام لڑتے ہیں
بتا دیا تمہیں یوں تشنہ کام لڑتے ہیں

(۱۰۷)

اگر تھموگے کہیں تم تو پھر امان نہیں
تباہ ہوگا ابھی اژدہامِ لشکرِ کیں
صفوں کی طرح الٹ دوں گا آج رن کی زمیں
ہے اس قدر ابھی باقی خیالِ قلبِ حزیں
وغا میں تشنہ لبی کی امنگ کو دیکھے
بنِ زیاد بھی پیاسے کی جنگ کو دیکھے

(۱۰۸)

یہ کہہ کے ہو گئے پھر محوِ جنگ امامِ امم
جو تھم گئے تھے وہ ہٹنے لگے ہر اک کے قدم
چھٹا سپاہ سے آخر مقامِ دشتِ ستم
دیارِ کوفہ میں چمکی حسامِ برق شیم
دکھائی دیتے تھے حدِّ نظارہ تک شبیرؑ
سپاہ لے گئے دار الامارہ تک شبیرؑ

(۱۰۹)

تھی اس طرح سے تلاطم میں فوجِ ظلم کی ناؤ
کسی کو یاد نہ تھا میرِ ظلم کا برتاؤ
حواس کھوئے ہوئے تھا سپاہِ شر کا جماؤ
پڑا جو فوج کا دیوار پر محل کی دباؤ
زمیں کی طرح دلِ بانیٔ فساد ہلا
دھمک سے فوج کی تختِ بنِ زیاد ہلا

(۱۱۰)

امامِ عصر نے وہ بام دفعتاً دیکھا
جہاں پہ ایلچی شاہؑ کا کٹا تھا گلا
ملال کا دلِ بیتاب پر اثر یہ پڑا
نگاہِ سرورِ دیں میں لہو ابل آیا
صدا تھی فاطمہؑ کا نورِ عین آیا ہے
کہاں ہو اے مرے مسلمؑ حسینؑ آیا ہے

(۱۱۱)

تھے ساتھ وقتِ سفر دو تمہارے ماہ لقا
کسی کو بھی نہیں معلوم کچھ پتا ان کا
دیار کوفہ میں کیا ان پہ سانحہ گذرا
صغیر قیدیِ ابن زیاد ہیں کہ رہا
وہ کیا ملال ہیں جو قلبِ نیک نام پہ ہیں
جو ساتھ آئے تھے بچے وہ کس مقام پہ ہیں

(۱۱۲)

ملے بھی یا نہیں مہماں نواز وقتِ سفر
وطن کو چھوڑ کے کی تم نے کس طرح سے بسر
پدر کے ساتھ تھے چھوٹے ہوئے تھے ماں سے پسر
کہو حسینؑ سے کچھ واقعات لختِ جگر
دیارِ کوفہ میں شمعِ وفا جلی ہوگی
تمہاری طرح گلے پر چھری چلی ہوگی

(۱۱۳)

مثالِ شیشہ جو نازک تھا دل وہ ٹوٹا ہے
تڑپ کے روتے ہیں وہ جن کا ساتھ چھوٹا ہے
تمہارے ہجر میں سینہ ہر اک نے کوٹا ہے
اسی طرح سے مجھے کوفیوں نے لوٹا ہے
وطن سے چھوٹ کے غربت میں لٹ گیا بھائی
حسینؑ اکبرؑ و اصغرؑ سے چھٹ گیا بھائی

(۱۱۴)

ہے شاق قلبِ رقیہ پہ ہجر کا ہونا
نہ دن کو چین ہے ممکن نہ رات کا سونا
وہ بے قراریاں وہ اشکِ غم سے منھ دھونا
جگر دکھاتا ہے منھ ڈھانپ ڈھانپ کر رونا
ملال آٹھوں پہر دل پہ کھاتی ہے مسلمؑ
تمہیں تمہاری رقیہ بلاتی ہے مسلمؑ

(۱۱۵)

فلک نے قلب سے دوری کا رنج اٹھوایا
یہاں تک آکے بھی ہم نے نشاں نہ کچھ پایا
ملا بھی یا نہیں میت کو قبر کا سایہ
ستمگروں نے پسِ قتل رحم بھی کھایا؟
بغیر دفن تن پاش پاش ہے کہ نہیں
بتاؤ کوفہ کی گلیوں میں لاش ہے کہ نہیں

(۱۱۶)

جفا و جور سے باز آئیں گر نہ ظلم شعار
پسِ فنا بھی رہے ذاتِ حق پہ دارو مدار
مسافرت میں پریشاں ہو کیوں برائے مزار
زمیں نہ دیں جو تمہیں اپنے شہر کی غدار
شریک تم کو شہیدانِ نینوا میں کریں
تمہاری لاش کو ہم دفن کربلا میں کریں

(۱۱۷)

ہو فکر لاکھ پہ کوشش نہ دے گی کوئی اثر
نہ چھٹ سکے گی مسافر سے اپنی راہ گذر
بدل سکے گا نہ انساں کسی کا نفع و ضرر
ارے جہاں کی ہے مٹی وہیں رہے گا بشر
نہ ہوگا ظلمِ قضا سے کوئی بہم بھائی
رہوگے کوفہ میں تم کربلا میں ہم بھائی

(۱۱۸)

یہ کہہ کے مڑ گئے پھر سمتِ فوج شاہِ ہدا
کیا امامؑ نے کوفہ میں پُر غضب حملہ
بسانِ کربلا خوں کا بہا دیا دریا
سپاہ ہٹ نہ سکی جب تو یوں فشار ہوا
بغیر جنگ جہاں سے گذر گئے لاکھوں
خود اپنی فوج سے دب دب کے مر گئے لاکھوں

(۱۱۹)

حواس باختہ تھے افسرانِ کوفہ وشام
نہ جائے امن تھی ممکن نہ بھاگنے کا مقام
نہ آگے بڑھتا تھا پیچھے نہ ہٹتا تھا کوئی گام
چھٹی ہوئی تھی سمندوں کی راکبوں سے لجام
علیؑ کی تیغ سے لشکر امان پا ہی گیا
سپاہِ ظلم پر آخر کو رحم آ ہی گیا

(۱۲۰)

جب اس طرح سے پریشاں ملی سپاہِ شریر
یہ کہہ کے کرب و بلا کی طرف مڑے شبیرؑ
تھا حملہ ور اسی جرأت پہ لشکرِ بے شیر
کہاں سے بھاگ کے آئی کہاں پہ فوجِ کثیر
یہ اب نہ ہوگا کہ وقتِ وغا لڑیں تم سے
تم اپنی جان سے عاجز ہو کیا لڑیں تم سے

(۱۲۱)

ادھر تو کرب و بلا کی طرف پھرے شہؑ دیں
ادھر پلٹ پڑا پھر بہرِ جنگ لشکرِ کیں
فلک پہ ہو جو گیا ہے غروب مہر مبیں
صدا یہ دیتا ہے کوئی سرِ سپہر بریں
قدم اٹھاتے چلو منزلِ رضا کے لئے
حسینؑ سعی کرو جلد کربلا کے لئے

(۱۲۲)

خطاب امامؑ سے ہوتا ہے بار بار اس کا
کہ منتظر ہے دمِ جنگ کردگار اس کا
رہے خیال تجھے وقتِ کارزار اس کا
فلک پہ مہرِ فلک کو ہے انتظار اس کا
گلے کو رکھ تہہِ خنجر تو نام ہوجائے
تمام ہو ترا سجدہ تو شام ہوجائے

(۱۲۳)

صدا یہ غیب کی سن لی حسینؑ نے جس دم
دمِ وغا سرِ تسلیم امامؑ نے کیا خم
رکھی حضور نے کاٹھی میں تیغِ برق شیم
بڑھا دیا سوئے مقتل سمندِ تیز قدم
لجامِ اسپ اٹھا دی رہِ رضا کی طرف
چلے حضور بہت جلد کربلا کی طرف

(۱۲۴)

نہ تھے جو محوِ وغا راستہ میں شاہِؑ انام
گھٹا کی طرح سے چھایا ہوا تھا لشکرِ شام
سنان و تیر سے آنے لگے قضا کے پیام
سپہ نے گھیر لیا تھا جو روک لی تھی حسام
تھے ساتھ ساتھ ستمگر لہو بہاتے ہوئے
امامؑ آگئے مقتل میں زخم کھاتے ہوئے

(۱۲۵)

جب اپنی قتل کی جا پر پہنچ گئے شبیرؑ
قریبِ شہؑ سمٹ آیا کچھ اور جمِ غفیر
چلے سپہ سے بہ کثرت سنان و نیزہ و تیر
لہو میں ہونے لگی غرق ظلم کی شمشیر
غریب امامؑ ہمارا ستم اٹھانے لگا
کبھی جگر تو کبھی دل پہ تیر کھانے لگا

(۱۲۶)

لگایا شانے پہ خولی نے خنجرِ خونخوار
کیا سنان نے برچھی سے صدرِ پاک فگار
جگر پہ بڑھ کے زرارہ نے نیزہ کا کیا وار
پڑی جبینِ مبارک پہ شیث کی تلوار
نہ بڑھ سکا جو فرس رن میں رک گئے شبیرؑ
سمندِ خاص پہ تیورا کے جھک گئے شبیرؑ

(۱۲۷)

یہ رن میں حالتِ سلطانِ کربلا پہنچی
وغا میں گرز سے تکلیف اگر سوا پہنچی
بڑھانے دردِ جگر تیغِ پُر جفا پہنچی
دمِ نبرد یہ زخموں کی انتہا پہنچی
روایت است کہ بر پیکرِ شہؑ ذیجود
ہزار ونہ صدو پنجاہ ویک جراحت بود

(۱۲۸)

جفاؤ ظلم پہ تھے رن میں مستعد سفاک
تبر نے فرق پہ پڑ کر کیا کچھ اور ہلاک
سناں وہ صدر پہ کھائی کہ دل ہوا صد چاک
وہ گوشوارۂ عرشِ خدا گرا سرِ خاک
بلند مرتبہ شا ہے ز صدرِ زیں افتاد
اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

(۱۲۹)

اِدھر تو فتح کے باجے بجا رہے ہیں لعیں
اُدھر زمیں کی طرح کانپتا تھا عرشِ بریں
صدا یہ دیتے تھے گردوں پہ جبرئیلِ امیں
خبر بھی ہے کہ گرا کون شہ بروئے زمیں
دُرِ یگانۂ دریائے مجمع البحرین
بخوں طپیدۂ کرب و بلا امام حسینؑ

(۱۳۰)

گرا جو زیں سے زمیں پر علیؑ کا راحت جاں
جبیں پہ مل کے ہوا خونِ شہؑ سمند رواں
پکارنے لگے یہ کہہ کے فوجِ شر کے جواں
کرو اسیر کسی طرح اسپِ شاہِ زماں
نگاہِ اہلِ جہاں میں ہے انتخاب فرس
نہ پھر ملے گا کسی کو یہ لاجواب فرس

(۱۳۱)

بڑھے یہ کہہ کے سوارانِ فوجِ کوفہ و شام
یہ چاہا قیدِ کمندِ ستم ہو اسپِ امامؑ
کسی کو بھی نہ ملا دشت میں وہ تیز خرام
کیا حلال کئی کو قدم نے شکلِ حسام
ہوا جو تھا وہ بھلا قیدِ دام کیا ہوتا
اسیر رن میں سمندِ امامؑ کیا ہوتا

(۱۳۲)

بنی نہ رن میں سواروں سے جب کوئی تدبیر
کیا خیال فرس اس طرح نہ ہوگا اسیر
جفا سے قتل کرو مثلِ شاہِؑ عرش صریر
اسے بھی رن میں گرا دو لگا کے تیر پہ تیر
نظر میں صورت بے مہریٔ جہاں کھینچی
ستم کا تیر لیا ظلم کی کماں کھینچی

(۱۳۳)

یہ چاہتے تھے سپاہی کریں خدنگ کو سر
کہ ناگہاں یہ بنِ سعد نے کہا بڑھ کر
یہ حشر کرتے ہیں کیوں صاحبانِ لشکرِ شر
یہ کون سے ہیں مسلماں نہیں خدا کا بھی ڈر
نہیں یہ اور کسی دل ملول کا گھوڑا
ادب کرو ہے خدا کے رسولؐ کا گھوڑا

(۱۳۴)

ارے یہ کون سا انصاف ابنِ سعد کیا
سمند پر تو خیالِ رسولِؐ پاک ہوا
زمینِ گرم پہ یہ کون منھ کے بل ہے پڑا
شہیدِ ظلم کسے کر رہے ہیں اہلِ جفا
امامِ عصر شہِ مشرقینؑ ہیں کہ نہیں
ترے نبیؐ کے نواسے حسینؑ ہیں کہ نہیں

(۱۳۵)

کہیں تھی فکرِ فرس، مضطرب تھے شاہؑ کہیں
تھا رن میں زخم کی کثرت سے شہؑ کا قلب حزیں
پہنچ گیا جو فلک پر غروبِ مہر قریں
بہ جبر رن میں اٹھے کہنیوں کے بل شہِؑ دیں
حضور بڑھتے ہوئے ضعف سے گلا کر کے
پئے نماز ہوئے خم خدا خدا کر کے

(۱۳۶)

ہتھیلیوں پہ جو خنجر کے زخم تھے کاری
کیا بہ جبر شہِؑ دیں نے سجدۂ باری
پہنچ گیا جو پئے ذبح شمر سا ناری
زمین ظلمِ ستمگر سے ہل گئی ساری
ستم جدید دل بے قرار اٹھا نہ سکا
لعیں کا بار تن زخم دار اٹھا نہ سکا

(۱۳۷)

زمینِ گرم پہ بے ہوش ادھر تھے سرورؑ دیں
مکین سینۂ شہؑ اس طرف تھا شمرِ لعیں
تھا حلقِ خشکِ امامؑ امم پہ خنجرِ کیں
گہن تھا مہر کو گردوں پہ، ہل رہی تھی زمیں
ہوائیں بہرِ پریشانیٔ جہاں اٹھیں
سیاہ رنگ کی مغرب سے آندھیاں اٹھیں

(۱۳۸)

ملی ہواؤں سے سیدانیوں کو اس کی خبر
شہید ہوتے ہیں رن میں امامؑ جن و بشر
پڑا جو قلب پہ بے وارثوں کے غم کا اثر
جنابِ زینبؑ کبریٰ نکل پڑیں کھلے سر
تھیں محو یادِ شہِؑ مشرقین میں زینبؑ
چلیں مکاں سے تلاشِ حسینؑ میں زینبؑ

(۱۳۹)

صدا یہ تھی مرے ماںجائے کو بتائے کوئی
نبیؐ کی آل پہ غربت میں رحم کھائے کوئی
مسافرت میں نہ مظلوم کو ستائے کوئی
دبے نہ سینہ نہ ایذائے زخم پائے کوئی
اٹھا سکے نہ کوئی جو وہ درد و غم کیسا
ارے نبیؐ کے نواسے پہ یہ ستم کیسا

(۱۴۰)

دکھانا خوب نہیں دل کا کج ادائی سے
ملے گا کیا سپہِ شر کو بے وفائی سے
نہیں قرار مرے قلب کو جدائی سے
چھڑا دیا ہے یہ کس نے بہن کو بھائی سے
خبر سکینہؑ کے رونے کی دینے آئی ہوں
میں رن سے اپنے مسافر کو لینے آئی ہوں

(۱۴۱)

پہنچ گئیں جو یہ کہتی ہوئی سرِ بالیں
چھری کے نیچے ملا دوشِ مصطفیؐ کا مکیں
یہ رو کے شمر سے زینبؑ بیان کرنے لگیں
خدا کو مان، نہ کر شہؑ پہ ظلم اتنا لعیں
گلہ فلک کا کروں شکوۂ حیات کروں
چھری کو روک گلے پر تو کوئی بات کروں

(۱۴۲)

کسی کو فکر شہِؑ بحرو بر نہیں کوئی
جگر میں زخم ہیں اور چارہ گر نہیں کوئی
مرے تڑپنے کا شہؑ پر اثر نہیں کوئی
کھلے ہیں بال بہن کے خبر نہیں کوئی
بلائیں رخ کی مجھے بار بار لینے دے
امامِ عصرؑ ہیں غش میں پکار لینے دے

(۱۴۳)

کہا کیں شمر سے ہر چند بنتِ پیغمبرؐ
مگر شریر نے روکا نہ حلق پر خنجر
لہو بہا جو گلے سے زمین کے اوپر
یہ رو کے کہنے لگیں شہؑ سے زینبؑ مضطر
وہ کیا کروں کہ نہ غش جس سے رن میں آئے تمہیں
شہید ہوتے ہو کیونکر بہن بچائے تمہیں

(۱۴۴)

میں کس سے جا کے کہوں دل کا مدعا بھائی
نہ میرا پوچھنے والا کوئی رہا بھائی
مکاں اجڑتا ہے لٹتی ہے کربلا بھائی
بہن نثار کہاں آئی ہے قضا بھائی
کہوں میں کس سے پیمبرؐ کا یہ نواسہ ہے
جو اس مقام پہ ہے وہ لہو کا پیاسا ہے

(۱۴۵)

سرِ مبارکِ سرورؑ چلا جو لے کے شریر
تڑپ کے کہنے لگی یہ حسینؑ کی ہمشیر
بتایئے تو بہن کون سی کرے تدبیر
سرِ امامؑ نہ لے جائے دشت سے بے پیر
دیا لعیں نے یہ غم، رنج جانگسل کی طرح
ابھی تلک ہے تپاں لاش میرے دل کی طرح

(۱۴۶)

فدا بہن ہو ملیں جب بہشت میں اماں
حضور کیفیتِ کربلا کریں جو بیاں
بھلایئے گا نہ زینبؑ کا حال تا امکاں
یہ کہئے گا کہ ہے ہمشیر اور فوجِ گراں
مرے فراق سے روئے گی عمر بھر زینبؑ
دیارِ شام میں جائے گی ننگے سر زینبؑ

(۱۴۷)

نظر کے سامنے جب تک رہا سرِ شبیرؑ
کلیجہ تھامے ہوئے دیکھتی رہی ہمشیر
ہوا نگاہ سے اوجھل جو ظالمِ بے پیر
پکاریں سوئے نجف مڑ کے زینبؑ دلگیر
میں صدقے جاؤں اسے زورِ حق دکھا دیجے
سرِ حسینؑ مجھے شمر سے دلا دیجے

(۱۴۸)

ملالِ حضرتِ زینبؑ کا ہے اثر ذاخر
بکا پہ کیوں نہ ہو آمادہ چشمِ تر ذاخر
بڑھی ہے شدتِ دردِ دل و جگر ذاخر
دعا کا وقت ہے اظہار حال کر ذاخر
ملے مجھے بھی شہؑ مشرقین کا صدقہ
امیدیں دل کی برآئیں حسینؑ کا صدقہ

[ماخوذ از نظارہ لکھنؤ، مرثیہ نمبر فروری ۱۹۷۲ء، صفحہ نمبر ۹؍تا ۳۰؍]

❁❁❁